آہ! حاجی حبیب الرحمٰن!!

مرحوم حبیب الرحمٰن صاحب (سابق انسپکٹر جنرل، پولیس، پنجاب) ۲۲/اگست ۲۰۰۳ء کو لاہور میں ایک بھرپور زندگی بسر کرنے کے بعد سفرِ آخرت پر روانہ ہو گئے۔ اپنی سرکاری مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ وہ قرآن مجید کے ترجمہ وتفسیر سے گہرا شغف رکھتے تھے اور مرحوم غلام احمد پرویز کے تفسیری نقطۂ نظر سے دلچسپی۔ جناب غلام احمد پرویز صاحب سے خاکسار کی پہلی ملاقات مرحوم حبیب الرحمٰن کے توسط سے کھانے پر ہوئی تھی۔ اس ملاقات میں پرویز صاحب نے تفصیل سے اپنی ثقافتی اور تفسیری ادب سے اپنے لگاؤ کا ذکر کیا تھا۔ ایک دوسری ملاقات میں پرویز صاحب نے جناب سیّد ابو الاعلیٰ مودودی سے اپنی دوستی کا ذکر بھی تفصیل سے بیان کیا تھا، جو بعد میں حوادث کی نذر ہو گئی۔ ہر چند مجھے ان کے بعض افکار سے اختلاف تھا۔ لیکن پرویز صاحب کے اس نقطۂ نظر سے اتفاق تھا کہ قرآن ہمارے روحانی اور اجتماعی افکار کا بنیادی سرچشمہ ہے۔ اس لیے ہمیں شخصیات کی بجائے قرآن مجید کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

مرحوم حبیب الرحمٰن نے پرویز صاحب کے انگریزی ترجمۂ قرآن کی پہلی جلد مجھے ۱۹۹۲ء میں دی تھی اور وفات سے پہلے وہ انگریزی ترجمہ کی دوسری جلد چھاپ رہے تھے۔ جب کبھی ان سے ملنا ہوتا، تو عموماً ترجمہ وتفسیر پر ہی گفتگو کرتے۔

۸/ستمبر کو حاجی صاحب کے بارے میں اسلام آباد کے ایک ہوٹل میں ایک اجلاس منعقد کیا گیا۔ مسٹر آفتاب حبیب نے مجھ سے کہا کہ اس مجلس میں اُن کے والدِ محترم کے بارے میں اپنے چند خیالات کا اظہار کروں۔ [ایڈیٹر]

آج جس محترم اور مرحوم شخصیت کی یاد ہمیں یہاں کھینچ لائی ہے۔ ان سے خاکسار کی ملاقات آج سے بتیس سال پہلے ۱۹۷۰ء میں لاہور میں ہوئی تھی۔ اس ملاقات کا اہتمام ہم

دونوں کے ایک مشترک دوست جعفر قاسمی نے کیا تھا، جو گورنمنٹ کالج میں ان کے کلاس فیلو تھے۔

اس مدت میں خاکسار کی زندگی میں کئی نشیب و فراز آئے۔ کبھی وطن میں رہتے ہوئے غریب الوطن ہونا پڑا اور کبھی دیارِ غیر میں جا کر رہین ستمہائے روزگار رہا۔ لیکن ان ساری باتوں کے باوجود حاجی صاحب سے دوستی کا رشتہ برابر قائم رہا۔

اس مقدس رشتے کو قائم و دائم بنانے میں جہاں اُن کی شخصیت کے ٹھہراؤ، سنجیدہ فکر اور بلند نظری کا ہاتھ ہے، وہیں بعض مشترکہ روایات بھی ہمارے حصے میں آئیں۔ مثلاً اُنھوں نے ایک دفعہ تفصیل سے بتایا کہ جالندھر میں اُن کے والد مرحوم کے تعلقات سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری سے تھے۔ شاہ صاحب چاہتے تھے کہ جہاں حاجی حبیب الرحمٰن کے دو بھائی جدید تعلیم حاصل کر رہے ہیں، حبیب الرحمٰن دینی تعلیم حاصل کریں۔ انہوں نے نہ صرف پبلک میں بلکہ اپنے گھر میں بھی سیّد عطاء اللہ شاہ کی باتیں سنی ہیں۔ سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ خدا نے انہیں ایک وجیہہ شخصیت کے ساتھ ساتھ تقریر و بیان پر غیر معمولی قدرت بھی عطا کی تھی، وہ زمین کے لیے آسمان کا تحفہ تھا۔ شاید اسی لیے محمد علی جوہر نے شاہ صاحب کو 'پنجاب کا جادوگر' قرار دیا تھا۔ اسے حسن اتفاق کہیے کہ میرے مرحوم والد بھی شاہ صاحب سے عقیدت رکھتے تھے۔ خاکسار نے تقسیم ہند سے پہلے اور بعد میں ان کی سحر بیانی اور خاص طور پر قرآن مجید کی تلاوت و ترجمہ کو سنا ہے۔ ظفر علی خاں نے سچ کہا تھا:

ع بلبل چہک رہا ہے، ریاضِ رسولؐ میں

حاجی صاحب نے (۱۹۵۲ء، گورنمنٹ کالج) B.A. میں عربی مضمون لیا۔ پھر زندگی بھر اس کا ساتھ دیا۔ اسی وجہ سے انہیں قرآن مجید کے ترجمہ و تفسیر سے گہرا لگاؤ تھا۔ خاکسار کا بھی یہ موضوع رہا ہے۔ چنانچہ جب حبیب الرحمٰن مرحوم غلام احمد پرویز کی کتاب 'مفہوم القرآن' کے انگریزی ترجمہ کی اشاعت میں مصروف تھے، ان دنوں ان سے ترجمہ و تفسیر کے اس موضوع

پر اکثر گفتگو ہوتی۔ اس سلسلے میں مرحوم محمد اسد کا معروف انگریزی ترجمہ بھی زیرِ بحث آتا۔ چوں کہ محمد اسد کو عربی زبان پر عبور حاصل تھا، وہ عرب قبائل میں بھی رہ چکے تھے۔ اس لیے ان کا ترجمہ وتشریح مستند ترجمہ شمار ہوتا ہے۔ محمد اسد کے ترجمے پر جب ۱۹۶۴ء میں بعض اہلِ علم نے اعتراضات کیے، تو خاکسار نے ۱۹۶۸ء میں لندن کے ایک انگریزی مجلّہ میں اس تفسیر پر مفصل تبصرہ کیا جس میں اس تفسیر کے خلاف اعتراضات کا مفصل جواب بھی تھا۔ اتفاق سے محمد اسد نے اسے پڑھ کر مجھے شکریہ کا خط لکھا تھا۔

الغرض جہاں قرآن مجید کے تراجم زیر بحث آتے، وہیں وہ ذاتی تجربات سے بھی خاکسار کو نوازتے۔ مثلاً جب وہ ایبٹ آباد میں پولیس آفیسر تھے تو ان کی کئی ملاقاتیں مرحوم مارشل محمد ایوب خان سے ہوئیں۔ ایک دفعہ حاجی صاحب بالاکوٹ میں مارشل موصوف کے ساتھ تھے۔ جنرل محمد ایوب نے بالاکوٹ کو دیکھنے کے بعد حبیب الرحمن سے کہا کہ خالص جنگی نقطۂ نظر سے ۱۸۳۱ء میں جنگ کے لیے بالاکوٹ کا انتخاب صحیح نہیں تھا۔ ایک دن حاجی صاحب نے بتایا کہ بالاکوٹ میں سید احمد شہید اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کی پوری فائل ایبٹ آباد میں پولیس اسٹیشن میں موجود تھی۔ افسوس! کہ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں یہ فائل تلف کر دی گئی؟ حبیب الرحمن، جنرل ایوب خاں کی فکر وفراست کے بڑے مداح تھے۔ اس سلسلے میں خاکسار نے انہیں بتایا کہ جب ۱۹۶۲ء میں جنرل محمد ایوب نے لندن میں اسلامک کلچرل سینٹر کے ڈائریکٹر ڈاکٹر عبداللطیف عوض کی درخواست پر مسلم سوسائٹی کے عروج وزوال پر تقریر کی تو لندن میں مصر کے سفیر القونی نے مجھ سے کہا کہ ''میں (مصری سفیر) نے جنرل موصوف سے بہتر کسی کی تقریر نہیں سنی۔'' یہی بات برطانیہ کے ایک سابق وزیراعظم میکملن نے لکھی ہے۔ جب جنرل ایوب اقتدار سے الگ ہوئے تو صدر ناصر کے دوست محمد حسین ھیکل نے ایک پاکستانی افسر سے کہا تھا: ''آپ نے جنرل ایوب کو اقتدار سے فارغ کر کے کوئی اچھا کام نہیں کیا۔ مسلم دنیا میں یہ پہلا مسلم صدر تھا جو مغربی لیڈروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکتا تھا۔''

ان چند واقعات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حاجی صاحب مرحوم کے علمی ذوق میں کس قدر تنوع اور وسعت پائی جاتی ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ مطالعہ اور مراقبہ کا یہ شغل ان کی سرکاری اور انتظامی ذمہ داریوں پر مطلقاً اثر انداز نہیں ہوتا تھا۔ صحیح بات یہ ہے کہ اُنھوں نے جس کامیابی سے سرکاری فرائض کو نبھایا ہے، اس کا سہرا (Deep Sense of Moral Responsibility) کے سر ہے، جس کی تربیت انہوں نے اپنے والدین اور مطالعۂ قرآن و تاریخ سے حاصل کی تھی۔ اخلاقی ذمہ داری کا احساس ایسی چیز نہیں ہے، جسے بازار سے خریدا جا سکے۔

حضرات! وقت کا دامن تنگ ہے، ورنہ خاکسار مرحوم حاجی حبیب الرحمٰن کی دل نواز شخصیت کے مختلف پہلوؤں اور غلام احمد پرویز سے مشترکہ ملاقاتوں کا حال تفصیل سے بیان کرتا۔ جن لوگوں کو حبیب الرحمٰن سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے، وہ جانتے ہیں کہ حاجی صاحب جس محفل میں ہوتے، رونقِ بزم ہوتے۔ مجھے یقین ہے کہ آج وہ عالمِ بالا کی بزمِ ارواح میں بھی رونقِ بزم ہوں گے۔ البتہ ان کے سفرِ آخرت سے یہاں کی محفل اجڑ گئی ہے۔ فیض احمد فیض نے سچ کہا تھا:

ع ویراں ہے میکدہ خم و ساغر اداس ہیں
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

رشید احمد (جالندھری)